ڈاکٹر مختار الدین احمد

رسالۂ قافیہ از جوشش عظیم آبادی

(مختصر تعارف)

شیخ محمد روشن جوشش عظیم آبادی، عہدِ علی وردی خاں کے ایک ممتاز سردارِ فوج اور راجا رام نرائن موزوں عظیم آبادی کے رفیق، جسونت رائے ناگر کے بیٹوں میں سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ بھگونت رائے سب سے بڑے تھے، پھر محمد عابد دل عظیم آبادی اور ان کے بعد شیخ محمد روشن جوشش۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ان کے کوئی اور بھائی بھی ہوں لیکن اس کا ذکر کتبِ تاریخ اور دوسرے مصادر میں نہیں ملتا۔ قبولِ اسلام سے پہلے محمد عابد اور محمد روشن کے نام کیا تھے معلوم نہ ہو سکے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ بھگونت رائے، ان دونوں کا حقیقی بھائی نہ ہو علاتی بھائی ہو، شورش عظیم آبادی، نواب علی ابراہیم خلیل جو ذاتی طور پر جوشش اور دل سے واقف تھے۔ حیرت ہے کہ اپنے تذکروں میں ان کی ولدیت اور تبدیلیِ مذہب کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ ''تذکرۂ عشقی'' اور ''تذکرۂ قدرت اللہ شوق'' میں بھی اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ''مسرت افزا'' میں ہے:

> ''ہر دو برادر از صلب جسونت رائے ناگر ... مشارٌ الیہ از صغر سن رغبت بہ اسلام داشت، چوں بہ حد تمیز رسیدہ بشرف دینِ احمدی مشرف گشتہ۔ فقیر احوال ایشاں مفصل از بھگونت رائے خلف جسونت رائے کہ فی مابین خصوصیت ہا و دوستی ہاست معلوم نمود''۔

قاضی عبدالودود صاحب کے خیال میں تبدیلِ مذہب کا واقعہ ۱۱۷۰ھ اور ۱۱۷۶ھ کے درمیان وقوع آیا ہوگا۔

☆ بھگونت رائے سپاہی پیشہ تھا غالباً اس کی جاگیر بھی تھی۔ اپنے باپ کی وفات (یہ شوال ۱۱۷۰ھ تک زندہ تھا) کے بعد اس کا جانشیں ہوا۔ ''مظفر نامہ'' اور رام نرائن کے خطوط میں اس کا کئی جگہ ذکر آیا ہے۔ میر قاسم نے رام نرائن کے ساتھ بھگونت رائے کو بھی قید کیا تھا۔

☆ محمد عابد دل، محمد روشن جوشش سے عمر میں بڑے تھے۔ کتنے بڑے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ ۱۱۷۶ھ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے کہ یہی سالِ تالیف رسالہ ''عروض الہندی'' ہے جس میں ان کا

نام محمد عابد درج ہے۔ یہ شاعر، طبیب اور ہیئت داں تھے۔ اوائل عمر میں سپاہی پیشہ بھی ہوں تو عجب نہیں۔ دیوان، ۱۱۹۴ھ یا اس سے پہلے مرتب ہو چکا تھا۔ شورش نے ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے۔ (دیوانش قریب دو ہزار شعر خواہد بود)۔ مردان علی خاں مبتلا دیوان دیکھنے کے مدعی ہیں، وہ تعدادِ اشعار ایک ہزار بتاتے ہیں۔ علی ابراہیم خاں کو ''گلزارِ ابراہیم'' میں اندراج کے لیے دیوان کا انتخاب خود محمد عابد دلؔ نے اُن کے پاس بھیجا تھا۔ (خلاصہ دیوانِ خود فرستادند) ایک زمانے سے مفقود تھا۔ میں نے آکسفورڈ کے دورانِ قیام محمد عابد دلؔ کے ۴۰۰ سے کچھ زائد شعر بوڈلین لائبریری میں محفوظ تذکروں سے جمع کیے تھے۔ واپسی پر قاضی صاحب سے ذکر آیا تو انھوں نے اطلاع دی کہ انھوں نے بہت پہلے یہ اشعار جمع کر رکھے ہیں اور وہ چھپوانے والے ہیں۔ یہ سن کر میں نے انھیں مرتب کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ بعد کو میں نے مختلف مصادر سے قاضی صاحب کے جمع کردہ اشعار کا مسودہ دیکھا اور کتابت کیے ہوئے اجزا بھی جن کی کتابت پٹنہ کے مشہور کاتب منشی منیرالدین (برقی پریس، سبزی باغ پٹنہ) نے کی تھی۔ پھر اس کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس عرصے میں قاضی صاحب کو سید حسن عسکری سے اطلاع مل گئی کہ نواب علی ابراہیم خاں خلیل عظیم آبادی کے خانوادے میں کسی کے پاس ''دیوانِ دل'' کا نسخہ محفوظ ہے۔ انھوں نے یہ سنتے ہی کام روک دیا کہ اصل دیوان کے مطالعے کے بغیر یہ انتخاب شائع نہیں ہونا چاہیے۔ کئی برس گزر گئے نسخہ حاصل نہ ہوا۔ پھر معلوم ہوا نسخہ اپنے مالک کے ساتھ کراچی پہنچ گیا۔ وہاں سید وصی احمد بلگرامی نے علی ابراہیم خاں خلیل کے اخلاف سے حاصل کیا، اس کی ایک نقل تیار کی اور اس پر تمہید لکھی۔ بعد کا کام سید ظفیر الحسن صاحب نے کیا۔ اس پر مفصل مقدمہ لکھا۔ اسے مرتب کیا اور مکتبۂ مہر نیم روز، کراچی سے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا۔

محمد عابد دلؔ کی دوسری کتاب ''عروض الہندی'' ہے جو ۱۱۷۶ھ میں تالیف ہوئی۔ عشقیؔ عظیم آبادی نے دلؔ کے ترجمے میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ تعجب نہیں ان کی نظر سے بھی گزری ہو۔ عشقیؔ نے ان کی عروض دانی کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''مردے کہنہ مشق و صاحبِ استعداد و در اکثر علوم مثل فن طبابت و صرف و نحو و رسالہائے فارسی و ہیئت و بعض قواعد ضروریہ عروض کہ بہ ''عروض الہندی''
> موسوم است بقواعدِ اشعارِ ریختہ بطریق شعرائے عجم بہ سلکِ تالیف درآورد''۔

اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خدا بخش میں محفوظ ہے۔ یہ فارسی زبان میں عروض کا مختصر رسالہ ہے جسے ڈاکٹر سید علی حیدر نیّر نے ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ سے شائع کر دیا ہے۔

محمد عابد دل کے سنینِ ولادت و وفات نہیں ملتے۔ تذکرۂ عشقی میں ہے: ''آخر ہمانجا (شہرِ عظیم آباد) ودیعت حیات سپرد۔'' تذکرۂ عشقی کی ترتیب کا زمانہ ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۳۶ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ کچھ نہیں معلوم کہ دلؔ کا حال کب لکھا گیا۔ قرائن کہتے ہیں کہ ۱۲۱۶ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ دیوانِ جوشش میں میر وارث علی نالاںؔ متوفی ۱۱۹۵ھ اور محمد علی مشتاق (متوفی ۱۲۱۶ھ) کے قطعاتِ تاریخِ وفات درج ہیں۔ ترتیبِ دیوان کا سال معلوم نہیں لیکن بہر حال ۱۲۱۶ھ تک اگر بھائی کی وفات ہوگئی ہوتی تو خیال ہے کہ جوششؔ، ان کی وفات کا قطعۂ تاریخ ضرور درج کرتے۔ یہ بات قطعی نہیں لیکن قیاس کیا جا سکتا ہے کہ محمد عابد دل کی وفات ۱۲۱۶ھ کے بعد ہوئی ہوگی۔

☆ محمد روشن جوششؔ جیسا کہ اوپر گزرا بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ عظیم آباد کے مایۂ ناز شاعروں میں تھے۔ ہم عصر تذکرہ نگار، ان کی استادی کے قائل ہیں، اور شیفتہ سا مشکل پسند نقاد ان کی نغز گوئی کا معترف ہے۔ سالِ ولادت کہیں نہیں ملتا وہ ۱۱۵۰ھ کے لگ بھگ عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت بھی غالباً یہیں پائی۔ اس زمانے میں فارسی زبان اور اس کے ادب سے واقفیت اس قدر عام تھی کہ اس کے بغیر کوئی شخص شائستگی کا مدعی نہیں ہوسکتا تھا، یہ کیوں کر مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ خاندانی روایات کے اقتضاء سے فنون سپہ گری بھی سیکھے ہوں گے، تیر اندازی خاص طور پر۔ ان کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ تبدیلیِ مذہب ہے۔ شعر گوئی کی ابتدا ۱۱۷۰ھ یا کچھ اس سے قبل و بعد ہوئی، اس زمانے میں عظیم آباد میں شاعری کا گھر گھر چرچا تھا اور محمد باقر حزیںؔ اور درؔدمند سے خوش گو شاعر اہلِ عظیم آباد کو دہلی کی طرزِ گفتار سے آشنا کر چکے تھے۔ وفات کا ذکر کسی قدیم تذکرے میں نہیں۔ اس صورت میں قطعی طور پر جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ۱۲۱۶ھ تک زندہ تھے۔ مشتاق کی تاریخِ وفات کا قطعۂ تاریخ جو دیوان میں موجود ہے اس کی شہادت دیتا ہے۔

(مقدمۂ دیوان از قاضی عبدالودود)

''دیوانِ جوشش'' کے مرتب قاضی عبدالودود صاحب نے آج سے ساٹھ سال پہلے جو کچھ لکھا تھا اس کا خلاصہ اوپر پیش کیا گیا۔ دیوانِ جوششؔ، طبع دوم، مرتبہ پروفیسر کلیم الدین احمد میں جو طبع اول کے کوئی ۳۵ سال بعد ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا ہے۔ شاعر کے حالاتِ زندگی میں کوئی اضافہ نہیں ملتا۔ اس لیے کہ اس عرصے میں نہ تو نئی معلومات سامنے آئی ہیں اور نہ دیوان کے اس نسخے کے اندراجات سے جو بعد کو دریافت ہوا ہے کوئی ایسی بات معلوم ہوسکی ہے جو پہلے سے معلوم نہ تھی، اس لیے اس میں بھی جوششؔ کے سنینِ ولادت و وفات ۱۱۵۰ھ کے لگ بھگ قرار دیے گئے ہیں۔

راقم کا خیال ہے کہ جوشش کی ولادت ۱۱۵۰ھ سے کچھ پہلے ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ ۱۱۷۶ھ یا اس سے بھی قبل کے اشعار میں ان کے یہاں خاصی پختگی ملتی ہے۔ اس وقت ان کی عمر پچیس چھبیس سال پڑتی ہے۔ اس عمر میں کلام میں خاصی پختگی کا ہونا مستبعد نہیں لیکن زیادہ قرینِ قیاس بھی نہیں۔ ان کی شعر گوئی کی ابتدا اگر ۱۱۷۰ھ کے لگ بھگ فرض کی جائے تو چھے سال کی مشق میں کلام کا خاصا پختہ ہو جانا مشتبہ ہوتا ہے۔ جوشش کی پیدائش ۱۱۵۰ھ سے کچھ پہلے اور ان کی شاعری کی ابتدا ۱۱۶۵ھ کے لگ بھگ ہوئی ہوگی۔

سالِ ولادت کی طرح جوشش کا سالِ وفات بھی متحقق نہیں۔ دیوان کے مرتبِ اوّل قاضی عبدالودود صاحب لکھتے ہیں: ''قطعی طور پر جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ [جوشش] ۱۲۱۶ھ تک زندہ تھے۔ مشتاق کی وفات کا قطعۂ تاریخ جو دیوان میں موجود ہے اس کی شہادت دیتا ہے'' مرتب دوم کلیم الدین احمد، قاضی صاحب کا قول نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں: ''گویا قطعی طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ جوشش ۱۲۱۶ھ تک زندہ تھے۔''

اتفاق سے راقم کو ایک ایسی شہادت ملی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جوشش کی وفات ۱۲۱۶ھ کے کوئی بیس سال بعد ۱۲۳۶ھ میں ہوئی۔ کلیاتِ ناسخ مخزونہ جامعہ لکھنؤ جو ناسخ کی زندگی میں مرتب ہوا ہے اور جس میں ۱۲۴۳ھ سے ۱۲۵۱ھ تک کے کچھ اہم تاریخی قطعات درج ملتے ہیں جن میں بعض قطعات ہنوز غیر مطبوعہ ہیں، (تفصیلات کے لیے دیکھیے مقالاتِ حیدری، ص ۲۱۰، از ڈاکٹر اکبر حیدری) ان میں جوشش کی وفات کا قطعہ تاریخ ملتا ہے:

شیخ ذی دانش محمد روشن آہ
عازمِ ملکِ عدم شد زیں سرائے
گفت ناسخ مصرعِ سالِ وفات
شہرِ شوال و شبِ آدینہ ہائے
۱۲۳۶ھ

اس قطعے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جوشش کی وفات ۱۲۳۶ھ میں شوال کے مہینے میں شبِ جمعہ کو ہوئی۔ کوئی مستند تقویم مل جائے تو تاریخ معلوم ہو جائے گی۔

دیوانِ ناسخ میں اس قطعے پر عنوان یہ درج ہے: ''تاریخِ وفات شیخ محمد روشن جوشش۔''

جوشش کی تصانیف میں اُردو دیوان اور رسالۂ قافیہ ملتا ہے۔ اگر انھوں نے نظم و نثر میں کچھ اور لکھا تو اب اس کا سراغ نہیں ملتا۔

دیوانِ اُردو:

دیوان کا ایک نسخہ ۱۲۳۸ھ فصلی/ ۱۲۴۷ھ کا لکھا ہوا صوبۂ بہار کے مشہور عالم و مصنف و شاعر شوق نیموی مرحوم کے کتب خانے سے قاضی عبدالودود صاحب کو ان کے صاحب زادے عبدالرشید نیموی سے غالباً ۱۹۳۵ء میں ملا تھا۔ یہ نسخہ منحصر بفرد تھا۔ قاضی صاحب نے اسے اپنے تفصیلی مقدّمے اور قیمتی حواشی کے ساتھ انجمنِ ترقی اُردو ہند، دہلی سے ۱۹۴۱ء میں شائع کیا۔ اکتوبر ۱۹۵۳ء میں اس کا دوسرا نسخہ پروفیسر سید حسن عسکری اور پروفیسر محمد حسین کو نظامت پیلس مرشد آباد میں ملا۔ اب یہ نسخہ مفقود الخبر ہے۔ اس کے مندرجات کا بالکل علم نہ ہوسکا۔ کچھ دنوں کے بعد پروفیسر سید حسن عسکری اور ڈاکٹر قیام الدین احمد کو بتیا راج بہار کے کتب خانے میں کچھ قدیم شعرائے اُردو، ضاحکؔ دہلوی، راسخؔ عظیم آبادی، فدویؔ عظیم آبادی، شاہ رکن الدین عشقؔ اور جوششؔ عظیم آبادی کے دواوین ملے۔ اس میں بہت سا کلام ایسا ملا جو دیوانِ طبع اوّل میں موجود نہیں۔ کلیم الدین احمد صاحب نے مرتب کر کے ۱۹۷۶ء میں بہار اُردو اکیڈمی کی طرف سے شائع کر دیا ہے۔

رسالۂ قافیہ:

جوششؔ کے رسالۂ قافیہ کے صرف ایک ہی نسخے کا اب تک پتا چلا ہے اور وہ کتب خانۂ خدا بخش میں محفوظ ہے۔ یہ راقم کی نظر سے گزرا ہے اور ایک زمانے میں اسے شائع کرنے کا بھی خیال تھا اور اس کی نقل بھی تیار کر لی گئی تھی۔ لیکن اس وقت قاضی صاحب کی لکھی ہوئی وہ یادداشت پیشِ نظر ہے جو انھوں نے مقدّمۂ دیوان کے لیے تیار کی تھی کتب خانے سے اس نسخے کی عکسی نقول کے حصول کی کوششیں اب تک کامیاب نہیں ہوسکی ہیں۔

اس نسخے کے صفحات کی تعداد ۲۲ ہے اور تعدادِ سطور مختلف، کسی صفحے میں چودہ، کسی میں پندرہ اور بعض صفحوں میں سولہ سطریں ہیں۔ نسخے پر کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن اس پر تاریخِ کتابت چہار رمضان المبارک ۱۲۱۴ھ فصلی درج ہے۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ ماہ رمضان المبارک لکھا تو ہجری سنہ کے بجائے فصلی سال کیوں درج کیا۔

رسالے کی ابتدا ان سطور سے ہوتی ہے:

> ''بعد حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی کہ تقریر و تحریر آں نامتناہی ست۔ ایں مختصرے ست مشتمل بر علم قوافی کہ بہ پاس خاطر میر محمد امین صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ، فقیر حقیر محمد روشن متخلص بہ جوشش از رسائل ہا تالیف نمودہ، قواعد فارسی را بہ چند فصل بیاں می نماید''۔

رسالے میں کوئی خاص بات نہیں اور نہ اس کی تالیف جوشش کے لیے باعثِ فخر ہو سکتی ہے۔ مثالیں سب کی سب فارسی سے دی گئی ہیں۔ جوشش نے اپنا یا کسی اُردو شاعر کا کوئی شعر درج نہیں کیا۔ بیان کہیں کہیں الجھا ہوا بھی ہے۔ ممکن ہے کاتب کی غلطی اس کی ذمّے دار ہو۔

دو اقتباسات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

☆ ''قدما بر آنند کہ قافیہ معروف و مجہول را در یک شعر جمع نہ کنند، و متاخرین جائز داشتہ اند، چناں چہ در مطلع شیخ محمد حزیں کہ از شاعرانِ متاخرین ست آوردہ:

زاں رو کہ زد بہ بلبلِ پُر شور پشتِ دست

تا حشر بنگرد گلِ مغرورِ پشتِ دست''

☆ ''باید دانست کہ آوردن ردیف در شعر واجب نیست بہ خلاف قافیہ کہ جز ذات شعر ست، و ردیف واجب التکرار ست تغیر او جائز نیست، مگر وقتے اشارتے بہ تغیر او نمایند... و ردیف بے کار آوردن عیب ست۔''

رسالے کے آخر میں جوشش نے شعر کی بارہ قسمیں بتائی ہیں۔ قصیدے کی تعریف کی ہے کہ مطلع ہو اور اشعار کی تعداد سولہ سے کم نہ ہو۔ غزل تین شعر سے کم اور پندرہ شعر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جوشش نے رباعیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ مقررہ چوبیس اوزان کے علاوہ بھی اساتذہ نے دوسرے اوزان میں رباعیاں کہی ہیں۔

جوشش نے رسالے کی تمہید میں لکھا تو ہے ''از رسائل ہا تالیف نمودہ'' لیکن اس میں ''معیار الاشعار'' کے سوا کسی دوسری کتاب کا حوالہ نہیں ملتا۔

(۲۵ر جولائی ۲۰۰۰ء)